سوال

(57) میت کے لیے قرآن خوانی کا حکم

جواب

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

کسی کے انتقال کے بعد میت کے اقرباء واحباب قرآنی خوانی شروع کردیتے ہیں، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا اس تلاوت سے میت کو ثواب پہنچتا ہے؟

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اگر تلاوت قرآن میں مصروف نہ ہوں تو لوگ مختلف سیاسی اور دنیاوی بے کار گپ شب میں مصروف ہوجاتے ہیں، کیا اس سے بہتر نہیں کہ تلاوت قرآن اور ذکرواذکار میں مصروف ہوں؟

اگر میت کو ان چیزوں کا ثواب نہیں پہنچتا تو کیا پڑھنے والے بھی اس کے اجروثواب سے محروم ہوں گے؟ اگر قرآن خوانی اور ذکرواذکار نہ کیے جائیں تو کیا پڑھا جائے اور کیسے وقت کو کارآمد بنایا جائے جبکہ یہاں میت کے حصول اور تدفین تک بسا اوقات کئی دن ہوجاتے ہیں؟

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة الله وبرکاته!
الحمد لله، والصلاة والسلام علیٰ رسول الله، أما بعد!

اس مسئلہ میں اصولی بات کا تذکرہ تو قرآن میں آگیا ہے، ارشاد ہوا:

وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ ‎﴿٣٩﴾‏ ... سورة النجم

''اور انسان کے لیے وہی کچھ ہے جس کی اس نے خود کوشش کی۔،،

اس آیت کا مطلب واضح ہے کہ انسان اپنے اعمال کا چونکہ خود مالک ہے، اس لیے قیامت کے دن وہ اس کے کام آئیں گے لیکن اس سے اس بات کی نفی نہیں ہوتی کہ وہ کسی دوسرے کے عمل سے فائدہ بھی حاصل کرسکے، بالکل ایسے جیسے ایک شخص دوسرے کے مال سے فائدہ اٹھا لیتا ہے۔

اب حل طلب مسئلہ یہ ہے کہ آیا مرنے کے بعد بھی وہ دوسروں کے عمل سے فائدہ اٹھا سکتا ہے؟

اور آیا ایک شخص اپنے عمل کو کسی گزرجانے والے شخص کے لیے ہدیہ کرسکتا ہے؟

جواباً عرض ہے کہ عبادات میں سے مالی عبادات میں ایسا کرنا جائز ہے، جیسے میت کی طرف سے صدقہ کرنا کئی نصوص سے ثابت ہے۔ بدنی عبادات میں صرف انہی اعمال تک محدود

رہنا چاہیے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہیں، چونکہ عبادات کے مسئلے میں قیاس جائز نہیں، اس لیے وہ چیز جس کا کرنا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت نہیں اس کا جواز نہیں دیا جا سکتا۔

اب آئیے ان نصوص کی طرف جن سے مالی یا بدنی عبادات کا ایک میت کی طرف سے کرنا ثابت ہے:

1۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ»

''جب انسان فوت ہو جائے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین اعمال کے (وہ منقطع نہیں ہوتے): صدقہ جاریہ یا ایسا علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے یا نیک بیٹا جو اس کے لیے دعا کرے،،

اس حدیث میں بیان کردہ تینوں چیزیں دراصل میت کا اپنا ہی عمل ہے جو اس کی موت کے بعد بھی جاری ہے۔ صدقہ جاریہ جیسے کنواں کھدوانا، سرائے بنانا، ہسپتال قائم کرنا وغیرہ جسے اس نے اپنی زندگی میں قائم کیا تھا اور جب تک وہ باقی ہے اس کا ثواب میت کو ملتا رہے گا۔

وعلم جو کتابوں کی شکل میں محفوظ ہو چکا ہے (اور اب تو کیسٹ اور سی ڈی کی شکل میں بھی محفوظ ہو جاتا ہے) وہ بھی میت کا اپنا تحریر کردہ ہے۔

اولاد انسان کی اپنی کمائی ہے (ما اغنیٰ عنہ مالہ وما کسب)

''ابولہب کے کام نہ اس کا مال آیا اور نہ اس کا کسب ہی (یعنی اولاد)۔،،

اس لیے اولاد کی دعا خصوصی طور پر میت کو نفع دے گی۔

2۔ عام لوگوں کی دعا:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ''اور جو لوگ ان کے بعد آئے، (مہاجرین وانصار کے بعد) وہ کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہماری مغفرت کر اور ہمارے ان بھائیوں کی جو ایمان کی حالت میں ہم سے پہلے گزر چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لیے کوئی کینہ نہ رکھ، بے شک تو انتہائی مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔،، (الحشر 59:10)

نماز جنازہ میں میت کے لیے دعا کی جاتی ہے اور اہل ایمان کی دعا میت کے لیے سفارش بن جاتی ہے۔

3۔ میت کی طرف سے صدقہ کرنا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: میری والدہ اچانک فوت ہو گئی اور میں خیال کرتا ہوں کہ اگر اسے بولنے کی مہلت ملتی تو وہ صدقہ کرتی، اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کردوں تو کیا اسے ثواب ملے گا؟ آپ نے کہا: ہاں! (صحیح بخاری)

4۔ میت کی طرف سے اس کے ولی کا روزہ رکھنا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص مرجائے اوراس کے ذمے کچھ روزے ہوں تواس کاولی اس کی طرف سے روزہ رکھے۔،،

ولی سے مرادہروہ شخص ہے جومیت کاوارث ہے۔

5۔حج بدل کرن :

''ابن عباس رضی اللہ عنہمانے کہ حجۃالوداع کے موقع پرقبیلہ خثعم کی ایک عورت آئی اورعرض کی یارسول اللہ!اللہ تعالیٰ کی طرف سے فریضہ حج جواس کے بندوں پرہے اس نے میرے بوڑھے باپ کوپالیاہے لیکن ان میں اتنی سکت نہیں کہ وہ سواری پربھی بیٹھ سکیں توکیامیں ان کی طرف سے حج کرلوں توان کاحج اداہوجائے گا؟آپ نے فرمایاکہ ہاں!،،

یہ واقعہ حجۃالوداع کے موقع پرپیش آیا۔

''ابن عباس رضی اللہ عنہمانے کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضرہوئی اورکہاکہ میری والدہ نےحج کی منت مانی تھی لیکن وہ حج نہ کرسکیں اور ان کا انتقال ہوگیاتوکیامیں ان کی طرف سے حج کرسکتی ہوں؟آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاکہ ہاں ان کی طرف سے توحج کر۔کیا تمہاری ماں پرقرض ہوتا توتم اسے ادانہ کرتیں؟اللہ تعالیٰ کاقرضہ تواس کاسب سے زیادہ مستحق ہے کہ اسے پوراکیاجائے۔پس اللہ تعالیٰ کاقرض اداکرنابہت ضروری ہے۔،،(صحیح البخاری،جزاء الصید،حدیث : 1852)

پہلی حدیث سے معلوم ہواکہ اگرانسان حج کرنے سے خودعاجزہوتواس کی طرف سےحج کیاجاسکتاہےاوردوسری حدیث سے معلوم ہواکہ فوت شدہ شخص کی طرف سے بھی حج کیا جاسکتاہے لیکن آیایہ حج صرف اولادہی کرسکتی ہے؟کیونکہ دونوں حدیثوں میں اولادہی کاذکرہے۔

اس کاجواب یہ ہے کہ دونوں حدیثوں میں اولادکاذکرہے لیکن ابن عباسؓ کی ایک تیسری روایت سے مطلق جوازکاپتہ چلتاہے۔وہ کہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کوسناکہ وہ کہہ رہاتھا«لبیک عن شبرمۃ»"میں شبرمہ کی طرف سے حاضرہوں۔"آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا"شبرمہ کون ہے؟"اس نے کہاکہ میرابھائی ہے یاقریبی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا"کیاتم نے اپنی طرف سےحج کرلیاہے؟"اس نے کہا،نہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"(پہلے)اپنی طرف سےحج کرو،پھرشبرمہ کی طرف سے کرنا۔"(سنن ابی داؤد،المناسک،حدیث :1811)

امام احمد کے نزدیک یہ حدیث موقوف ہے،یعنی یہ واقعہ خودعبداللہ بن عباسؓ کے ساتھ پیش نہیں آیاتھا،رسول اللہﷺ کے ساتھ نہیں لیکن نفس استدلال میں کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ صحابی کاقول بھی حجت ہے اگراس کی مخالفت میں کوئی دوسراقول نہ ہو۔

دوسری دلیل یہ بھی ہے کہ نبیﷺ نے میت کی طرف سےحج کرنے کوقرض اداکرنے سے تشبیہ دی ہے اورقرض چاہے اولادکردے یاکوئی دوسراشخص دونوں صورتوں میں ادا ہوجاتاہے۔

اورتیسری دلیل یہ ہے کہ اگرمیت کی طرف سے اس کاوارث روزہ رکھ سکتاہے،جوکہ خالص بدنی عبادت ہے توحج کیوں نہیں کرسکتاکہ جس میں بدن کے ساتھ ساتھ مال بھی خرچ ہوتاہے۔

بعض علماء میت کی طرف سے قربانی کرنے کے بھی قائل ہیں لیکن ہم اس مسئلے کوپچھلے سوال کے ذیل میں واضح کرچکے ہیں۔

یہاں تک تو سوال کے پہلے جز کا جواب ہوگیا کہ وہ کون سے اعمال ہیں جن سے ایک میت اپنی موت کے بعد بھی فائدہ اٹھا سکتی ہے۔ دعا کے ضمن میں واضح رہے کہ مشرکین کے لیے (چاہے وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں) دعاء استغفار کرنا منع ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ''نبی کے لیے اور ایمان والوں کے لیے جائز نہیں کہ وہ مشرکین کے لیے، چاہے وہ رشت دار ہی کیوں نہ ہوں، مغفرت کی دعا کریں، بعد اس کے کہا انہیں معلوم ہوگیا کہ وہ جہنمی ہیں۔،،

مندرجہ بالا امور کے علاوہ دوسری عبادات جیسے میت کی طرف سے سے نماز پڑھنا، قرآن پڑھنا کسی بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

جہاں تک ایصال ثواب کا تعلق ہے کہ قرآن پڑھ کر اس کا ثواب میت کو بخش دیا جائے تو سنت کے دفاتر ایسے واقعات سے بالکل خالی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں لوگ ایک شخص کی وفات کے بعد تیسرے دن یا کسی بھی دن جمع ہوتے ہوں، اجتماعی طریقے پر قرآن پڑھتے ہوں اور پھر اس کا ثواب میت کو بخشتے ہوں۔

امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں: خیر القرون میں جو امر مسلمانوں کے درمیان معروف تھا کہ وہ نماز، روزے اور تلاوت کی فرض اور نفل تمام عبادات کیا کرتے تھے جو مشروع ہیں اور اللہ کے حکم کے مطابق مومن مردوں اور عورتوں کے لیے دعا کیا کرتے تھے، زندوں کے لیے بھی اور مردوں کے لیے بھی۔

سلف کی یہ عادت نہ تھی کہ اگر وہ نفلی نماز، روزہ، حج ادا کرتے یا قرآن پڑھتے تو اس کا ثواب کسی میت کو ہدیہ کرتے، چاہے وہ ان کے رشتے داروں میں سے ہوتے ہو یا عام مسلمانوں میں سے۔

اب آخر میں شیخ ابن باز اور شیخ عبداللہ بن قعود کے دستخطوں سے جاری شدہ فتویٰ بھی ملاحظہ ہو جو سعودی عرب کے دارالافتاء سے صادر ہوا ہے۔

فتویٰ نمبر 2232: ''ہماری معلومات کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ ثابت نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن پڑھ کر اس کا ثواب اپنے فوت شدہ قریبی رشتے داروں یا دوسرے مسلمانوں کو بخشا ہو۔ اگر اس طرح ثواب پہنچتا تو آپ ضرور ایسا کرتے بلکہ امت کو بھی بتاتے تاکہ وہ مردوں نفع پہنچا سکتے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں پر بہت ہی شفیق تھے۔ آپ کے بعد خلفائے راشدین اور تمام صحابہ بھی آپ کے اسی طریقے پر گامزن رہے، ہمارے علم میں ایسا کوئی واقعہ نہیں کہ ان میں سے کسی نے قرآن کا ثواب کسی اور کو بخشا ہو۔ تمام خیر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستے اور آپ کے صحابہ کے راست پر چلنے میں ہے اور تمام شر بدعات اور نئی چیزوں کے پیچھے لگنے میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

«إیاکم ومحدثات الامور فان کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ»

''نئے نئے امور سے بچو، اس لیے ہ ہر نیا امر بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔،،

اور آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

«من احدث فی امرنا ہذا ما لیس منہ فھو رد»

''جس نے ہمارے اس امر (دین) میں کوئی ایسی نئی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ ٹھکرا دی جائے گی۔،،

چنانچہ میت کے لیے قرآن کا پڑھنا ناجائز ہے، اسے قراءت کا ثواب نہیں بلکہ یہ بدعت کہلائے گا۔

جہاں تک دوسری عبادات کا تعل ہے تو جس کا ثواب پہنچنے کی دلیل صحیح موجود ہو تو اسے قبول کیا جائے گا، جیسے میت کی طرف سے صدقہ کرنا، اس کے لیے دعا کرنا، اس کی طرف سے حج کرنا۔

اور جس بات پر دلیل نہ ہو تو وہ ناجائز ہے یہاں تک کہ اس پر دلیل مل جائے، اس لیے علماء کی صحیح رائے کے مطابق میت کے لیے قرآن پڑھنا ناجائز ہے اور ایسی قراءت کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا بلکہ ایسا کرنا بدعت ہے۔ (فتاویٰ اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ: 43/9)

باقی رہا میت کے گھر تعزیت کے لیے جانا تو ایسا کرنا جائز ہے لیکن اس مقصد کے لیے میت کے گھر میں اجتماع کرنا یا کئی کئی دن وہیں قیام کرنا خود اہل میت کے لیے پریشا اور درد سر کا باعث ہو سکتا ہے۔ سنت تو یہ ہے کہ میت کے گھر والوں کے لیے کھانا بنایا جائے نہ یہ کہ انہیں مہمانوں کے لیے کھانا بنانے پر مجبور کیا جائے۔ تعزیت کی غرض سے جانا ہو تو تسلی کے الفاظ کہے جائیں، میت کی خوبیوں کا تذکرہ کیا جائے، وقت گزاری کے لیے اگر کوئی شخص خود قرآن پڑھ لے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن ایصال ثواب کی نیت سے اجتماع منعقد کرنا بدعت ہے جیسا پہلے ذکر کیا گیا ہے۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

فتاویٰ علمائے حدیث

جلد 11